یادِ رفتگاں

مولانا محمد یوسف انور☆
فیصل آباد

مولانا قاری عبدالخالق رحمانیؒ کی یاد میں

راقم کے والد مرحوم حاجی عبدالرحمٰن پٹوی علمائے کرام کے بے حد معتقد تھے، علما کی خدمت وتکریم اور میزبانی ان کا روزمرہ معمول تھا۔ ہمارے غریب خانہ پر مختلف اوقات میں جو علماء و صلحا مہمان رہے، ان کی فہرست طویل تر ہے جن میں سے بعض کے اسماے گرامی کچھ اس طرح ہیں: صوفی محمد عبداللہؒ اوڈانوالہ، حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ، مولانا عبدالمجید یزدانیؒ، مولانا عبدالمجید سوہدریؒ، علامہ محمد یوسف کلکتویؒ، مولانا قاری عبدالخالق رحمانیؒ، حافظ محمد اسماعیل ذبیحؒ ، حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، سید محمد اسماعیل شاہ مشہدیؒ، مولانا احمدالدین گکھڑویؒ، مولانا علی محمد صمصامؒ، مولانا سید عبدالغنی شاہؒ، مولانا نور حسین گرجاکھیؒ، حافظ محمد ابراہیم کمیرپوریؒ، حافظ محمد شریف سیالکوٹیؒ ، مولانا محمد رفیق خان پسروریؒ، مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادیؒ، مولانا محمد عبداللہ ثانیؒ ، حافظ عبدالحق صدیقیؒ، مولانا محمد یحییٰ شرقپوریؒ، حافظ محمد یحییٰ عزیز حفظہ اللہ، حافظ عبداللہ شیخوپوریؒ، مولانا معین الدین لکھوی مدظلہ العالی، مولانا محی الدین لکھویؒ، مولانا محمد عبداللہ بوریوالہ حفظہ اللہ، مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ، قاضی محمد اسلم سیفؒ فیروزپوری اور مولانا محمد صدیقؒ سرگودھوی وغیرہ

ان میں سے بزرگ اور پاکباز شخصیات صوفی عبداللہ، بڑے حافظ صاحبؒ محدث روپڑی اور مولانا عبدالمجید ہزارویؒ کا تو ہمارے ہاں ہفتوں قیام رہتا۔ ان حضرات کے عقیدت مند آتے رہتے اور فیوض و برکات اور دعاؤں سے مستفید ہوتے۔ ہمارے گھر کے تمام چھوٹے بڑے افراد ان صلحا کے آرام اور خوردونوش کا خیال رکھتے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء، المیہ یہ ہے کہ نہ ایسے مہمان رہے اور نہ ہی میزبان، اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے!

☆ نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد دین گکھڑوی مرحوم مستقل طور پر ہمارے پاس قیام پذیر تھے، بس شب و روز اُن کا ساتھ والد علیہ الرحمہ سے تھا۔ مولانا علی محمد صمصامؒ جب بھی تبلیغی سفر پر جاتے یا واپس آتے، یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ہمیں ملے بغیر چلے جائیں۔ ان نیک صفات اہل علم کو بھی والد علیہ الرحمہ کے زُہد وتقویٰ کے سبب ان سے قلبی لگاؤ تھا۔ حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی سے تو ابا جان کو بہت ہی محبت و پیار تھا۔ جن دنوں یہ روپڑی برادران فیصل آباد کی جامع اہلحدیث امین پور بازار، مسجدِ مبارک منٹگمری بازار اور مسجد الفردوس گلبرگ سی میں خطباتِ جمعہ دیتے رہے، کئی کئی روز تک ان کی نشست و برخاست ہمارے گھر پر رہتی۔

حافظ عبدالقادر روپڑی چندسال مسجد الفردوس اور پھر مسجد مبارک منٹگمری بازار میں رمضان المبارک میں قرآن سناتے رہے، وہ اتنے باہمت تھے کہ نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن دے کر روزانہ لاہور جاتے اور وہاں ہفت روزہ 'تنظیم اہلحدیث' کی اشاعتی ذمہ داریاں اور دیگر کاموں کی دیکھ بھال کر کے نمازِ عصر کے بعد واپس فیصل آباد افطاری کے وقت پہنچ جاتے، اس کے بعد تراویح اور پھر منزل کا خلاصہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ۔ گرمیوں کے رمضان میں پورا مہینہ ان کا یہ عمل رہتا۔ بڑی عمر کے احباب جانتے ہیں کہ روپڑی برادران میدانِ مناظرہ اور میدانِ خطابت کے شہسوار تھے، حافظ محمد اسماعیل جیسا شیریں کلام خطیب اور ہردلعزیز ومتواضع عالم اس بندۂ عاجز نے نہیں دیکھا۔ دونوں بھائیوں کے سٹیج پر ہوتے ہوئے کسی اور عالم یا مقرر کی حیثیت ثانوی رہ جاتی، لوگوں کے اشتیاق اور توجہات کا مرکز یہی رہتے۔

تقسیم ہند کے بعد حافظ محمد اسماعیل روپڑی کچھ عرصہ قیوم منزل بالمقابل مزارِ قائد، کراچی رمضان المباک میں قرآن سناتے رہے۔ قیوم منزل والے حاجی عبدالقیوم پشاور سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ قیوم ٹیکسٹائل ملز کے مالک تھے اور عرصہ دراز سے کراچی میں رہائش پذیر تھے۔ بڑے ہی وضع دار و باوقار اور مہمان نواز بزرگ تھے، حافظ صاحب کے خصوصی خدمت گزاروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ملک بھر سے آنے والے سفیرانِ مدارسِ دینیہ سے ضرور تعاون کرتے۔

اب آتے ہیں حضرت مولانا قاری عبدالخالق رحمانیؒ سے ہماری شناسائی کی طرف، یہ اس لڑکپن کے زمانے کی حسین یاد ہے جب راقم ۱۹۵۵ء میں دسویں جماعت کا طالبعلم تھا، جون کا

www.KitaboSunnat.com

مہینہ اور گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ رمضان شریف بھی گزر رہا تھا کہ کراچی سے حافظ محمد اسماعیل صاحب نے بصد شفقت حکم دیا کہ کراچی آؤ اور ملک کا سب سے بڑا شہر دیکھو۔ چنانچہ میں اپنے دوست شیخ محمد یونس کے ہمراہ کراچی جا پہنچا۔ ہم دونوں دن کے وقت اِدھر اُدھر سیر وتفریح کے لئے نکل جاتے، رات کو حافظ صاحب کی امامت میں قیوم منزل پہنچ کر نمازِ تراویح میں شرکت کرتے جہاں کراچی کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے نمازیوں کی ایک کثیر تعداد جمع ہوتی۔ تراویح کے بعد میزبان حاجی عبدالقیوم تمام شرکا کو ٹھنڈے مشروبات اور آئس کریم پیش کرتے۔ حضرت مولانا قاری عبدالخالق رحمانی جنہیں اب مرحوم لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے اور دل غمزدہ ہے، اپنی مسجدِ خضرا میں نمازِ تراویح پڑھا کر روزانہ قیوم منزل آجاتے۔

قاری صاحب بلند پایہ عالم دین، جامع معقولات ومنقولات اور درس وتدریس کے قابل ترین اُستاذ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بارعب شکل و شباہت، لمبا قد کاٹھ اور قوی جسم عطا فرمایا تھا، مرنجاں مرنج طبیعت اور خوش طبعی وخوش اخلاقی جیسی وافر خصوصیات ودیعت کی تھیں، یوں سمجھئے بسطة في العلم والجسم کے مصداق شخصیت تھے۔ آپ کی تقریر میں شعلہ نوائی اور خطابت میں ایک خاص قسم کی یکتائی پائی جاتی تھی، شستہ اور مادری زبان اُردو اور لحن داؤدی میں آیاتِ قرآنی کی تلاوت بڑی بہار پیدا کردیتی۔ حافظ محمد اسماعیل اس محفل کشت زعفران کے روحِ رواں ہوتے۔ حافظ صاحب علیہ الرحمہ علم وعمل کے پیکر اور اسلامی اخلاق و اقدار کا مجسمہ تھے۔ میٹھی زبان میں سلجھی ہوئی گفتگو اور سنجیدہ لطائف وظرائف خوب بیان کرتے چلے جاتے۔ افطاری کے موقعوں پر جب ان حضرات میں علامہ محمد یوسف کلکتوی ؒ اور حضرت الامام مولانا عبدالستار دہلوی ؒ کی شمولیت ہوجاتی تو رونق دوبالا ہوجاتی۔ بعض اوقات علمی بحث وتمحیص چھڑ جاتی تو بچپنے کے سبب ہمارے پلے تو کچھ نہ پڑتا مگر بڑے محظوظ ہوتے۔

قاری عبدالخالق صاحب اور حافظ محمد اسماعیل صاحب کو قرآنِ حکیم کا بہت ضبط تھا، دونوں دوست سارا دن قریباً اکٹھے گزارتے۔ پانچوں نمازوں کے بعد کبھی کسی مسجد میں اور کبھی کسی کالونی یا کوٹھی میں وعظ وتقاریر کا سلسلہ جاری رہتا، مگر ہم نے نہیں دیکھا کہ اُنہوں نے قرآنِ مجید کھولا ہو اور منزل پر نظر ڈالی ہو۔ رمضان المبارک ختم ہونے پر ڈیڑھ دو ماہ تک کراچی کے

پارکوں، باغوں اور بڑی بڑی مساجد میں جلسوں کے پروگرام ہوتے۔ حضرت پیر سید بدیع الدین شاہ مرحوم بھی کبھی کبھار مدعو ہوتے۔ کراچی کی مکدر فضاؤں میں توحید و سنت کی تبلیغ واشاعت اور شرک و بدعات کی تردید میں ان عظیم رہنماؤں کا بڑا کردار ہے۔ ایک دفعہ بریلوی مناظر مولانا محمد عمر اچھروی بھی کراچی آ پہنچے اور مناظرے کے چیلنج شروع کردیے، بالآخر ایک عام جگہ پر طے شدہ وقت پر دونوں جانب سے سٹیج لگ گئے۔ قاری صاحب کی صدارت میں حافظ محمد اسماعیل صاحب نے ابتدائی دو تین مکالموں میں ہی اچھروی صاحب کی ایسے پکڑ کی کہ اُنہیں جان چھڑانا مشکل ہوگیا۔ جواباً اینٹوں، پتھروں کی بارش کردی گئی لیکن سامعین کا بھاری اجتماع سمجھ گیا کہ حق وصداقت کا مسلک کیا ہے۔ حافظ عبدالقادر ٹرین لیٹ ہوجانے کی وجہ سے دیر سے پہنچے، اچھروی صاحب بمع لاؤلشکر جب میدان چھوڑ گئے تو دونوں بھائیوں نے تادیر قرآن وسنت کی بارش سے دلوں کی آبیاری کی اور اس طرح کراچی میں احادیث کی دھاک بیٹھ گئی۔

ہمارے کراچی قیام کے دنوں ہی کا واقعہ ہے کہ شہر میں نمازِ تراویح کی مسنون تعداد کا مسئلہ چل نکلا۔ دیوبندی عالم مولانا احتشام الحق تھانوی معتدل مزاج اور بڑے شریں نوا مقرر تھے، اُنہیں بھی اس بحث میں گھسیٹ لیا گیا، دونوں طرف سے اشتہارات چھپ گئے، حضرت قاری صاحب میدان میں ڈٹ گئے اور مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ قاری صاحب کی تقریروں اور حافظ محمد اسماعیل صاحب کے اخباری بیانات پر مولانا تھانوی خاموش ہوگئے۔ پھر کیا تھا جگہ جگہ قاری صاحب کی للکار سنائی دینے لگی نتیجتاً سنت کے شیدائیوں کی تقویت اور فروغ کے لئے فضا سازگار ہوتی چلی گئی ؂

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
تمہیں سوگئے داستان کہتے کہتے

یہ کوئی ۱۹۷۲ء کی بات ہوگی کہ ملتان کی ایک تنظیم نے قلعہ کہنہ، قاسم باغ میں بڑے پیمانے پر 'توحید کانفرنس' کے انعقاد کا اہتمام کیا جس میں اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ ہر ایک میں سے چوٹی کے مقرر کو دعوت دی گئی۔ اہل حدیث کی طرف سے قاری عبدالخالق رحمانی، دیوبندیوں میں سے مولانا غلام اللہ خان، بریلویوں میں صاحبزادہ فیض الحسن اور شیعہ میں سے

www.KitaboSunnat.com

علامہ اظہر حسن زیدی مقررین تھے۔ ایک ایک گھنٹہ وقت تھا، راقم خود اس عظیم جلسہ گاہ میں موجود تھا۔ان تمام نامی گرامی مقررین میں سے قاری صاحب کی تقریر اوّل اور سرفہرست شمار ہوئی۔ ان کی تقریر کا امتیاز یہ تھا کہ قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ ساتھ منطق و فلسفہ اور سائنسی براہین ایسے اُچھوتے انداز سے بیان کرتے کہ خواص وعوام حیران اور عش عش کر اُٹھتے۔ یوں تو قاری صاحب سے ملک کا تقریباً ہر حصہ متعارف تھا مگر ملتان، فیصل آباد اور لاہور میں اکثر ان کے خطاب اور تقریروں کے پروگرام رہتے۔مرکزی جمعیت اہلحدیث کی سالانہ کانفرنسوں، فیصل آباد میں جمعیت شبان اہل حدیث اور جامعہ سلفیہ کے جلسوں میں اور باغ عام خاص ملتان میں کی گئی ان کی معرکہ آرا اور پرجوش تقریریں تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ بس یوں سمجھئے بقول مولانا ظفر علی خان

بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

فیصل آباد میں جب ان کا آنا ہوتا تو شہر کے علما کے ساتھ ہم ان کی کوئی نہ کوئی مجلس ضرور قائم کردیتے۔ مولانا عبدالرحیم اشرفؒ، مولانا محمد صدیقؒ، مولانا محمد اسحٰق چیمہؒ اور مولانا محمد شریف اشرفؒ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے علم وعمل کے پہاڑ اور فہم وفراست کے لوگ اب کہاں پیدا ہوں گے

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

اسی حلقہ علما میں قاری صاحب کی شرکت ہوتی۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامائزیشن کے جو اقدامات کئے گئے، ان دنوں اسلام آباد میں ہونے والے علما کنونشنوں میں مرکزی جمعیت کے وفود میں قاری صاحب کی شمولیت لازمی ہوتی۔ دو تین ایسے موقعوں پر راقم بھی ان وفود میں جاتا رہا، بہرحال یہ صحبتیں اور رفاقتیں بھلائے نہیں بھول سکتیں۔

قاری صاحب روزِ اوّل سے مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ساتھ وابستہ رہے،مولانا لکھوی کے دورِ امارت میں سینئر مرکزی نائب امیر تھے۔ جمعیت کی شوریٰ و عاملہ کے اجلاسوں میں ان کی آراء وتجاویز فیصلہ کن ہوتیں۔ کراچی میں بڑے بڑے جماعتی مدارس میں وہ صدر مدرّس کے طور پر اعلیٰ کتب پڑھاتے رہے اور پھر تبلیغ و تنظیم جمعیت میں خاصا وقت لگاتے۔

www.KitaboSunnat.com

ائمہ سلف کی طرح قاری صاحب ایک کامیاب تاجر بھی تھے۔ میرٹ روڈ پر ان کا امپورٹ ایکسپورٹ کا دفتر تھا۔ نمازِ ظہر تک تعلیمی و تدریسی ذمہ داریاں نبھا کر دفتر آ کر کاروبار کرتے کچھ عرصہ سے تنظیمی تنازعات سے دل برداشتہ ہوکر گوشہ نشین ہو چکے تھے، تاہم ان کی تعلیمی سرگرمیاں بدستور جاری تھیں۔

۱۹۷۰ء میں مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ میاں فضل حق کی سربراہی میں ایک وفد مولانا محمود احمد میرپوری (جو ابھی انگلینڈ نہیں گئے تھے) اور راقم پر مشتمل سندھ کے دورہ پر گیا۔ سکھر، میرپورخاص اور حیدر آباد سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچے جہاں قاری صاحب اور حکیم محمد یعقوب اجملی کو ساتھ ملا کر شہر بھر کے علما سے رابطہ ہوا اور ایک ہفتہ قیام کر کے آخر میں نمائندہ اجلاس میں حکیم اجملی مرحوم کو امیر جمعیت بنایا گیا۔ جنہوں نے چند ہفتوں کے بعد قاری صاحب کی سرپرستی میں مرکزی جمعیت کو ایک فعال اور مؤثر تنظیم کر دکھایا۔ اس کام میں سید عبدالرحیم غزنوی، حاجی محمد احمد لوہیا، حاجی طلحہ کریانہ والے اور حاجی اسماعیل مہ پارہ حفظہ اللہ جیسے تجار کی دامے درمے سخنے معاونت اُنہیں حاصل رہی۔ انہی کوششوں کے باعث ہی آج کراچی میں مساجد و مدارس کا جال بچھا ہوا ہے۔

حافظ محمد اسماعیل روپڑی ۱۹۶۲ء میں انتقال کر گئے تھے لیکن گذشتہ ایک لمبا عرصہ سے قاری صاحب کی شفقت ہمیں حاصل رہی۔ ان سے آخری ملاقات چوہدری ظفر اللہ مدیر جامعہ ابو بکر، کراچی کے جنازہ پر ہوئی تھی۔ مولانا حافظ مسعود عالم، حافظ محمد شریف، مولانا عتیق اللہ ستیانہ بنگلہ اور حاجی غلام محمد و غلام رسول ہمارے رفقا تھے۔ کئی ماہ سے قاری صاحب کی علالت کی خبریں آنے جانے والوں کے ذریعے معلوم ہوتی رہیں لیکن افسوس کہ قدرت کو مزید ملاقات منظور نہ تھی۔ حال ہی میں مولانا عبدالرشید حجازی تبلیغی پروگرام کے سلسلہ میں کراچی گئے تو اُنہوں نے واپسی پر بتایا کہ قاری صاحب کی تیمار داری کی تھی، وہ اس بندۂ عاجز کی خیر خیریت پوچھ رہے تھے اور دعائیں دیتے تھے۔ اب ہم ان کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اہل و عیال و پسماندگان و احباب و شاگردوں کو صبر و حوصلہ کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

www.KitaboSunnat.com